صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان

تحریر: میاں محمد نواز مرحوم
تدوین: سید عزیز الرحمٰن

اہل ایمان کی دنیاوی فتوحات ہوں یا ان کی اخروی فلاح ونجات کا مسئلہ، ان دونوں امور کا انحصار دو باتوں پر ہے، ایک یہ کہ وہ انفرادی واجتماعی طور پر صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت کریں اس کے مقابلے میں تمام اطاعتوں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مدّ مقابل تمام وفاداریوں کو مسترد کریں۔ اور دوسری یہ کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ واستغفار کو وظیفۂ حیات بنا کر اپنے اخلاق وکردار کے تزکئے وتعمیر کی کوشش پیہم اور منضبط اور منظم مساعی کو بروئے کار لائیں۔ نہ ایسا انفرادی تزکیہ مطلوب ہے جو اہل ایمان کی جماعت کے لئے باعث تقویت نہ بنے، اور نہ اہل ایمان کی ایسی جماعت ہی کا کوئی فائدہ ہے جو اپنے افراد کی اخلاقی تربیت اور تزکئے سے بے تعلق ہو، اور ان کے کردار کی تعمیر میں ان کی مربی، معاون اور مددگار نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوامت یا جو جماعت منظّم فرمائی اس میں فرد اور جماعت میں دوئی کا کوئی تصور نہ تھا۔ جماعت فرد کے لئے تھی اور فرد کا مقصود جماعت تھی۔ ہر فرد آزادی کی نعمت سے بہرہ ور بھی تھا مگر اس کی آزادی بے لگام نہ تھی بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تحت تھی۔ تمام مسلمان فرداً فرداً مساوی المرتبہ تھے، ان میں کسی قسم کی اونچ نیچ نہ تھی، ان میں فضیلت کا معیار صرف تقویٰ تھا۔ ایسا تقویٰ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، توبہ واستغفار کے وظیفۂ عمل اور اجتماعی زندگی اختیار کرنے کے نتیجے میں پیدا ہو۔

حدیبیہ کی صلح اور بیعت رضوان مسلمانوں کے مستقبل کی فتوحات کے لئے اسی جذبۂ انقیاد اور توبہ واستغفار کے اسی اجتماعی عمل اور تقویٰ وتوکل کے انہی اوصاف کے اعلیٰ معیار کو جانچنے کا ذریعہ بن گئی۔

جب اہل ایمان اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتوحات کا دروازہ وا کر دیا پھر وہ مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے چلے گئے۔

حدیبیہ کی صلح اور بیعت رضوان اہل ایمان کے امتحان اور ان کی تربیت و تزکیئے کے معیار کو پرکھنے کا پہلے سے مختلف اور اپنی نوعیّت اور حقیقت کے پہلو سے بالکل نیا اور انوکھے طرز کا تجربہ تھا۔ اس کے واقعات کی ترتیب پر جتنا بھی غور کریں، اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیّت اور اس کی حکمت اور تدبیر کی گہرائی اور گیرائی کا مکمل احاطہ کسی کے لئے بھی ممکن نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن تدبیر اور حکمت سے اللہ تعالیٰ کے اس منصوبے پر جس طرح عمل فرمایا وہ نبوت کے معجزات میں ایک حیرت انگیز معجزہ ہے جس کی حقیقت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہؓ بھی نہ پا سکے۔

ان امور کو نگاہ میں رکھ کر حدیبیہ اور بیعت رضوان کے واقعات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور حکمت کتنی گہری ہے اور وہ اپنے بندوں کے حق میں کتنا رحیم ہے۔

حدیبیہ کے واقعات:

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔(۱) یہ صرف خواب نہ تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی تھی اور اس کا حکم تھا کہ اس کی تعمیل کی جائے۔

بظاہر حالات اس قسم کے تھے کہ اس حکم پر عمل کرنا ممکن نہ تھا۔ مشرکین مکہ نے ۶ سال سے مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کا راستہ بند کر رکھا تھا اور اس پوری مدت میں کسی مسلمان کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ حج اور عمرے کی نیت سے حدود حرم میں داخل ہو سکے۔ مشرکین سے اس بات کی کوئی امید نہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی جماعت کو مکہ میں آنے دیں گے۔ عمرے کا احرام باندھ کر جنگی سازوں سامان کے بغیر مکہ میں جانا خود لڑائی کو دینے اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کو خطرے میں ڈالنے کے ہم معنیٰ تھا۔ ان حالات میں یہ بات انسانی فہم سے بالا تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر کیسے عمل کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر اپنے عمل کو کسی مصلحت، یا کسی خطرے یا مشکل کی بنا پر مؤخر یا ملتوی کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل پر پابند تھے۔ اس لئے آپ نے بلا تامّل اپنا خواب صحابہ کرام کو سنایا او سفر کی تیاری شروع کر دی اور

آس پاس کے قبائل میں بھی آپ نے اعلان فرمادیا کہ ہم عمرے کے لئے جارہے ہیں جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آجائے۔(۲)

صحابہؓ کی ایک بڑی جمعیت بھی آپ کے ہمراہ تیار ہوگئی، البتہ ممکنہ خطرات کے پیش نظر اس سفر میں ایک منافق بھی ساتھ نہ تھا۔(۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ایام میں یہ سفر اختیار کیا، زمانۂ جاہلیت میں ان کا احترام کیا جاتا تھا۔حرام مہینوں میں لوگ اسلحہ ایک طرف رکھ دیتے تھے اور جنگ اور قتال کو بہت ہی برا سمجھتے تھے خصوصا مسجد حرام سے کسی کو روکنا تو بہت بڑا جرم خیال کیا جاتا تھا۔جن لوگوں نے ایک دوسرے سے قصاص لینا ہوتا تھا وہ حرمت کے مہینوں میں اکٹھے پھرا کرتے تھے۔ایک شخص اگر باپ اور بھائی کے قاتل کو دیکھتا تو وہ اس پر تلوار نہ اٹھاتا تھا، اور نہ اسے مسجد حرام سے روکا جاسکتا تھا۔لیکن مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے معاملے میں دور جاہلیت کی اس قدیم اور پختہ روایت کو توڑ دیا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ سال تک بیت اللہ سے روکے رکھا۔

ذی القعدہ ۶ ہجری کے شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قافلہ مدینے سے روانہ ہوا۔ذو الحلیفہ پہنچ کر سب نے عمرے کا احرام باندھا، قربانی کے ۷۰ اونٹ ساتھ تھے جن کی گردنوں میں حدی کی علامت کے طور پر قلادے پڑے ہوئے تھے۔(۴) مسلمانوں نے صرف ایک ایک تلوار ساتھ لی جس کی تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قاعدے کے مطابق اجازت تھی۔اس کے سوا کوئی سامان جنگ ساتھ نہ تھا۔(۵) اس طرح یہ قافلہ لبیک لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل پڑا۔اس قافلے میں صحابہؓ کی تعداد صحیح قول کے مطابق چودہ سو تھی۔(۶) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں کو علم ہوا کہ ان کا قافلہ محض عمرے کی غرض سے ان لوگوں کے گھروں کی طرف جارہا ہے جو آپ کے خون کے پیاسے ہیں، تو پورے عرب کی نگاہیں اس عجیب سفر کی طرف مرکوز ہوگئیں۔

قریش کے لوگوں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام نے سخت پریشانی میں ڈال دیا۔ اس مہینے میں جو قافلہ احرام باندھ کر حج یا عمرے کے لئے جاتا ہوا اسے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا۔وہ اس الجھن میں پڑ گئے کہ اگر ہم مدینے کے اس قافلے پر حملہ کر کے اسے مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں تو پورے ملک میں اس پر شور مچ جائے گا کہ یہ سراسر زیادتی ہے تمام قبائل عرب یہ سمجھیں گے کہ قریش ہی خانہ کعبہ کے مالک بن بیٹھے ہیں، ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہوجائے گا کہ آئندہ کسی کو حج یا عمرہ کرنے

دینا یا نہ کرنے دینا اب صرف قریش ہی کی مرضی پر موقوف ہے۔ یہ فی الحقیقت ایک ایسا اقدام ہوگا جس کی بناء پر سارا عرب قریش سے منحرف ہو جائے گا۔

قریش کے لئے یہ بات بھی بڑی مشکل اور پریشان کن تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بڑے قافلے کے ساتھ مکہ کے اندر داخل ہو کر بخیریت واپس چلے گئے تو اس سے سارے ملک میں ان کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور لوگ طعنہ دیں گے کہ قریش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ آخر کار قریش نے اپنی ناک بچانے کے لئے یہ فیصلہ کر لیا کہ کسی قیمت پر اس قافلے کو مکہ کے اندر داخل نہ ہونے دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قریش کی طرف سے یہ اندیشہ تھا۔ لیکن چاہتے تھے کہ تصادم اور جنگ کا موقع سرے سے پیدا ہی نہ ہو اور اگر قریش کی طرف سے کوئی ایسی اشتعال انگیزی حرکت سامنے آ بھی جائے تو عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی کعب کے ایک شخص کو مخبر کی حیثیت سے آگے بھیج رکھا تھا تاکہ وہ قریش کے ارادوں اور ان کی نقل و حرکت سے بروقت مطلع کرتا رہے۔ جب آپ عسفان پہنچے تو اس نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ قریش کے لوگ پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ گئے ہیں اور خالد بن ولید کو انہوں نے دو سو سواروں کے ساتھ کُراعُ الغمیم کی طرف بھیج دیا ہے تاکہ وہ آپ کا راستہ روکیں۔ (۷)

سیرت نگاروں کی ایک بڑی تعداد یہ بیان کرتی ہے کہ حضرت خالد بن ولید قریش مکہ کے ساتھ تھے۔ دوسری روایت میں منقول ہے کہ وہ جنگ خندق کے بعد اسلام لا چکے تھے۔ طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ خالد بن ولید حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے میں تھے عکرمہ بن ابو جہل نے مسلمانوں کے خلاف تین مرتبہ اشتعال انگیزی کی تھی اسے پسپا کرنے میں خالد بن ولید ہی کو مامور کیا گیا تھا (۸) بعض کا خیال ہے کہ حضرت خالد ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر کا نام بسر بن سفیان الکعبی تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی کہ قریش کے حملہ آوروں نے کنواری اور بچوں والی اونٹنیوں کو باہر نکال لیا ہے اور شیروں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور وادی ذی طویٰ میں خیمہ زن ہیں اور انہوں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہلاکت ہے قریش کے لئے، کھا گئی ان کو جنگ، ان کا کیا بگڑتا اگر وہ مجھے اور

دوسرے عربوں کو لڑنے کے لئے چھوڑ دیتے، اگر مجھے دوسرے عرب مار لیتے تو
یہی ان کا مقصد تھا اور اگر مجھے اللہ عربوں پر غالب کر دیتا تو یہ بڑی تعداد میں
اسلام میں داخل ہوتے اور اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوتے تو اگر وہ لڑتے تو ان
کے پاس قوت تو ہوتی۔ قریش غلط سوچ رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں جہاد کرتا رہوں
گا، اس نظام کے لئے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے یہاں تک کہ اللہ مجھے غالب
کر دے یا میری یہ گردن کٹ جائے'' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کون ہے جو ہمیں اس راستے سے علیحدہ کسی دوسرے راستے پر لے جائے جس
میں یہ لوگ نہ ہوں؟

قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے کہا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لے جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ یہ سب کو سخت اور پتھریلے راستے سے لے گیا۔ یہ راستہ پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتا تھا تمام لوگوں کے لئے یہ راستہ بڑا دشوار اور تکلیف دہ تھا۔ جب وادی سے گزر کر یہ قافلہ ہموار زمین پر پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں سے کہا کہ پڑھو:

نَسْتَغْفِرُ اللهَ وَنتوب اِلیه۔

ہم اللہ سے معافی چاہتے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں

لوگوں نے یہ دعا پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ایسا ہی ایک مرحلہ تھا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ تم ایسی ہی دعا پڑھو تو انہوں نے انکار کر دیا۔ (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ سورہ بقرہ کی اس آیت کی طرف تھا:

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ط وَسَنَزِيْدُ
الْمُحْسِنِيْنَO فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ۔ (۱۰)

بستی کے دروازے سے سجدہ ریز ہو کر داخل ہونا اور کہتے جانا حطۃ حطۃ ہم تمہاری
خطاؤں سے درگزر کریں گے اور نیکوکاروں کو مزید فضل و کرم سے نوازیں گے مگر
جو بات ان سے کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر کچھ اور کر دیا۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ بدل کر حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے جو عین حرم کی سرحد پر

واقع تھا۔

جب قریش کے سواروں کو معلوم ہوا کہ آپ کا قافلہ دوسرے راستہ سے نکل گیا ہے تو وہ قریش کی طرف تیزی سے لوٹے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ المرار سے گزر رہے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو لوگوں نے کہا اونٹنی اڑ گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ اڑی نہیں اور نہ اس کی یہ عادت ہے۔ بلکہ اسے اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھی والوں کو مکہ سے روکا تھا۔ آج قریش اگر مجھے کسی ایسی بات کی طرف دعوت دیں جس میں وہ صلہ رحمی کے طالب ہوں تو میں ان کی بات مان لوں گا''۔ (۱۱)

اس کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ یہاں قیام کرلو۔ لوگوں نے کہا یہاں تو پانی نہیں ہے جس کے اوپر ہم قیام کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اسے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو دیا کہ وہ شخص وہاں کے حوضوں یا کنوؤں میں سے کسی ایک کنویں میں اسے گاڑ دے۔ جب وہ تیر گاڑ دیا گیا تو وہاں پانی فوارے کی طرح اچھلنے لگا۔ (۱۲)

بدیل ابن ورقاء الخزاعی سے گفتگو:

بنی خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاء اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کس غرض کے لئے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف ہمارے پیش نظر ہے۔ (۱۳) یہ لوگ مکّہ واپس گئے اور قریش کو جا کر بتایا کہ ''اے قوم قریش تم اللہ کے معاملے میں جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جنگ کے لئے نہیں آئے وہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں''۔ قریش نے ان پر الزام لگایا اور برا بھلا کہا۔ قریش نے کہا ٹھیک ہے وہ جنگ کے لئے نہیں آئے لیکن ہم زبردستی مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ عرب یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور زبردستی مکہ میں داخل ہو کر چلے گئے۔ خزاعہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی مخلصین میں سے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ دوستی اور امن بھی کرلیا تھا۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور مشرک بھی تھے مگر دونوں مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور مکہ میں ہونے والی کسی کاروائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ چھپاتے تھے۔ (۱۴)

مکرز ابن حفص کی سفارت:

قریش نے ابن حفص ابن الاخیف، بنو عامر لوئی کے بھائی کو بھیجا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آتے دیکھا تو فرمایا کہ ''یہ ایک غدّار شخص ہے'' جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس کے ساتھ بھی وہی باتیں کیں جو بدیل اور ان کے ساتھیوں سے کی تھیں۔ یہ بھی واپس چلا گیا اور مشرکین کو رپورٹ پہنچا دی۔(۱۵)

حلیس ابن علقمہ کی ایک اور سفارت:

قریش نے احابیش کے سردار حلیس بن عَلقمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ کو واپس جانے پر آمادہ کرے۔ قریش کا مقصد یہ تھا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات نہ مانیں گے تو وہ ان سے ناراض ہو کر پلٹے گا اور پھر احابیش کی پوری طاقت ہمارے ساتھ ہو گی۔ مگر جب اس نے آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سارا قافلہ احرام بند ہے اور ہدی کے اونٹ سامنے کھڑے ہیں جن کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ لڑنے کے لئے نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے آئے ہیں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کہے بغیر مکہ کی طرف پلٹ گیا اور اس نے جا کر قریش کے سرداروں سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ لوگ بیت اللہ کی عظمت مان کر زیارت کے لئے آئے ہیں اگر تم ان کو روکو گے تو احابیش اس کام میں تمہارا ساتھ ہرگز نہ دیں گے۔ ہم تمہارے حلیف اس لئے نہیں بنے کہ تم حرمتوں کو پامال کرو اور ہم اس میں تمہاری حمایت کریں۔ قریش نے انہیں جواب میں کہا کہ تم دیہاتی ہو تمہیں کیا پتہ۔ اس بات پر حلیس بہت غصے ہوا اور کہا کہ ''اے اہل قریش ہم نے اس پر تمہارے ساتھ نہ حلف اٹھایا ہے اور نہ معاہدہ کیا ہے کہ ہم بیت اللہ سے ایسے لوگوں کو روکیں گے جو بیت اللہ کا احترام کرتے ہوئے آئیں۔ پھر اس نے کہا خدا کی قسم یا تو تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کام کے لئے چھوڑ دو گے جس کے لئے وہ آئے ہیں یا میں احابیش کے لوگوں کو اس طرح لے کر چلا جاؤں گا جس طرح ایک آدمی چلا جاتا ہے یعنی ایک بھی آدمی یہاں نہ رکے گا'' قریش نے کہا خاموش رہیئے، ہمیں موقع دیں کہ ہم اپنے لئے کوئی راستہ طے کرلیں۔(۱۶)

عروہ ابن مسعود ثقفی کی تلخ وشیریں گفتگو:

پھر قریش نے عروہ ابن مسعود ثقفی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا اے اہل قریش! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس کو بھیجتے ہو وہ واپس آ کر صحیح بات کرتا ہے تو تم اسے برا بھلا کہتے ہو اور گالیاں دیتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم میرے والد کی جگہ پر ہو اور میں تمہارا بیٹا ہوں۔ تم پر جو مصیبت آئی ہوئی ہے وہ میں نے سن لی ہے۔ اس لئے میں نے اپنی قوم میں سے ان لوگوں کو جمع کیا جو میری بات مان رہے تھے اور تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں تو انہوں نے کہا تو نے سچ کہا اور ہمارا تجھ پر یقین ہے۔ یہ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مختلف لوگوں کو جمع کر کے لائے ہیں۔ یہ قریش جن کے ساتھ کنواریاں اور بچوں والی اونٹنیاں نکلی ہیں اور انہوں نے شیروں کے چمڑے پہنے ہوئے ہیں۔ وہ حلف اٹھا رہے ہیں کہ آپ کو زبردستی شہر میں داخل ہونے نہ دیں گے اور خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ کل یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے انہوں نے اسے دھمکایا اور کہا کہ ہم رسول اللہ کو چھوڑ دیں گے؟ اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ابن ابوقحافہ ہیں۔ تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر اس کا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا تو میں اس کا جواب دے دیتا لیکن یہ بات اس کے بدلے رہ گئی۔

اس کے بعد عربوں کے دستور کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی پکڑ کر بات کرنے لگا اور مغیرہ ابن شعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے اور لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ شخص جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو یہ اس کے ہاتھ کو جھٹک دیتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف سے اپنے ہاتھ کو روک لو ورنہ یہ تمہارے جسم کے ساتھ نہ ہوگا۔ وہ کہتا تم پر تباہی ہو تم کس قدر سخت اور کرخت ہو۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ تمہارے بھائی مغیرہ ابن شعبہ ہیں۔ اس پر عروہ نے کہا اے احسان فراموش! ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ میں نے تیری برائی کو کس طرح مٹایا تھا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ مغیرہ ابن شعبہؓ نے اسلام سے قبل بنی مالک ابن ثقیف کے تیرہ آدمی قتل کئے تھے اس طرح ثقیف کے دونوں قبائل کے درمیان اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔ عروہ نے ۱۳ مقتولین کی

دیتیں دے کر اور اس شر کو فرو کیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ کو جواب میں وہی بات کہی جو اس سے پہلے دوسروں سے کی تھی اور کہا کہ میں جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا اور اندازہ کر لیا کہ صحابہؓ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ جب آپ ﷺ وضو کرتے ہیں تو یہ لوگ وضو کے پانی کو اچک لیتے ہیں اور اگر آپ تھوکتے ہیں تو اسے بھی اچک لیتے ہیں۔ آپ کے بالوں میں سے کوئی بال گرتا ہے تو یہ اس کو بھی محفوظ کر لیتے ہیں۔

عروہ جب قریش کے پاس گیا تو یہ رپورٹ دی اور کہا ''اے اہل قریش میں کسریٰ کے دربار میں بھی گیا ہوں اور اس کی حکومت بھی دیکھی ہے اور قیصر کے پاس بھی گیا ہوں اور اس کی حکومت بھی دیکھی ہے اور نجاشی کو بھی اس کی مملکت میں دیکھا ہے مگر خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم میں جس طرح ہیں اس طرح میں نے کوئی بادشاہ اپنے متبعین میں نہیں دیکھا۔ میں نے ان کے ساتھ ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ وہ کسی حال میں بھی ان کو کسی دشمن کے سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم کیا کرتے ہو''۔(۱۷)

قریش کی اشتعال انگیزی:

اس دوران جبکہ قریش کے سفیروں اور نمائندوں کی آمد و رفت اور مذاکرات کا سلسلہ جاری تھا قریش کے لوگ بار بار یہ کوشش کرتے رہے کہ چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ پر چھاپہ مار کر صحابہ کو اشتعال دلائیں اور کسی نہ کسی طرح ان سے کوئی ایسا اقدام کرا لیں جس سے لڑائی کا بہانہ ہاتھ آجائے۔ مگر ہر مرتبہ صحابہ کے صبر و ضبط اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و فراست نے ان کی ساری تدبیروں کو ناکام کر دیا۔ ایک دفعہ ان کے چالیس پچاس آدمی رات کے وقت آئے اور مسلمانون کے پڑاؤ پر پتھر اور تیر برسانے لگے۔ صحابہؓ نے ان سب کو گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا مگر آپ نے سب کو چھوڑ دیا۔ ایک اور موقع پر تنعیم کی طرف سے ۸۰ آدمی عین نماز فجر کے وقت آئے اور انہوں نے اچانک چھاپہ مار دیا۔ یہ لوگ بھی پکڑے گئے مگر حضور صلی اللہ عایہ وسلم نے انہیں بھی رہا کر دیا۔(۱۸) اس طرح قریش کو اپنی ہر چال اور ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی چلی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفارت کاری:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش ابن امید خزاعی کو بلایا اور انہیں قریش کے پاس بھیجا۔ آپ نے ان کو سواری کے لئے اونٹ دیا جسے ثعلب کہا جاتا تھا تا کہ وہ قریش کے شرفا تک وہ بات پہنچا دیں کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دیں اور چاہا کہ خراش ابن امیہ کو قتل کر دیں مگر حبش کے لوگوں نے ان کو منع کر دیا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور واپس کر انہوں نے سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دیا۔ (۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کی طرف بھیجنا چاہا مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھے جان سے مار دیں گے اور مکّہ میں اس وقت بنی عدی ابن کعب میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو میری حفاظت کرے۔ قریش کو یہ معلوم ہے کہ میں ان کا کس قدر دشمن ہوں اور ان پر میں نے کس قدر سختیاں کی ہیں۔ ہاں میں ایک ایسے شخص کو تجویز کرتا ہوں میری نسبت زیادہ موزوں ہے۔ یہ ہیں عثمان ابن عفان (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کو بھیجا کہ وہ قریش کو سمجھا دیں کہ میں لڑائی کے لئے نہیں آیا اور میں صرف عمرے کے لئے آیا ہوں اور بیت اللہ کا احترام کرتا ہوں۔ (۲۰)

بیعت رضوان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکّہ گئے۔ ان کو وہاں ابان ابن سعید ابن العاص ملے۔ اس نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کو اس وقت تک پناہ دے دی کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیں۔ حضرت عثمانؓ، ابوسفیان اور قریش کے زعما سے ملے۔ اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ جب حضرت عثمانؓ فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر تم طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو، انہوں نے کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کرلیں اس وقت تک میں طواف نہ کروں گا۔ قریش نے ان کو اپنے ہاں روک لیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں تک یہ اطلاع پہنچ گئی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ (۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹیں گے جب تک کہ ان سے لڑ نہیں لیتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لئے

بلا یا یہ بیعت رضوان تھی۔ایک درخت کے نیچے یہ بیعت لی گئی اور یہ بیعت اس بات کی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔سوائے ایک شخص جس کا نام جد ابن قیس (بنوسلمہ) تھا باقی تمام صحابہ نے جن کی تعداد ۱۴۰۰ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔اس بیعت کے دوران حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود بیعت فرمائی اور اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مارا اور فرمایا یہ عثمانؓ کی طرف سے ہے:

جب ایک طرف حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر اڑ گئی اور ان کے واپس نہ آنے سے مسلمانوں کو یہ یقین ہوگیا کہ وہ واقعی قتل کر دیئے گئے ہیں اب مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔مکہ میں داخل ہونا یا عمرہ کرنا یا نہ کرنا ایک دوسری بات تھی مگر جب نوبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کے قتل تک پہنچ گئی تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو جائیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے ان سے یہ عہد لیا کہ یہاں سے ہم مرتے دم تک پیچھے نہ ہٹیں گے۔

موقع کی نزاکت نگاہ میں ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کوئی معمولی بیعت نہ تھی مسلمان صرف ۱۴ سو تھے اور کسی سامان جنگ کے بغیر آئے تھے اپنے مرکز سے ڈھائی سو میل دور عین مکہ کی سرحد پر ٹھہرے ہوئے تھے جہاں دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوسکتا تھا اور گردو پیش کے اپنے حامی قبیلوں کو بلا کر بھی انہیں گھیرے میں لے سکتا تھا۔اس کے باوجود ایک شخص کے سوا پورا قافلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مرنے مارنے کی بیعت کرنے پر آمادہ ہوگیا۔اس سے بڑھ کر ان لوگوں کے اخلاص ایمانی اور راہ خدا میں ان کی فدائیت کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔یہی وہ بیعت ہے جو بیعت رضوان کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی۔حضرت عثمان خود بھی واپس آگئے اور قریش کی طرف سے سُہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھی صلح کی بات چیت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ مین پہنچ گیا۔اب قریش اپنی اس ضد سے ہٹ گئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو سرے سے مکہ میں داخل ہی نہ ہونے دیں گے البتہ اپنی ناک بچانے کے لئے ان کو صرف یہ اصرار تھا کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں۔آئندہ سال آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے آسکتے ہیں۔ (۲۳)

حدیبیہ کا صلح نامہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سُہیل کو آتے دیکھا تو آپ نے پہلے ہی اندازہ کرلیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اب صلح پر آمادہ ہوگئے ہیں۔جب سُہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے

تو اس نے اپنی گفتگو کو طول دیا اور بالآخر صلح کی بات ہونے لگی۔طویل گفت وشنید کے بعد جن شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا وہ یہ تھیں:

۱۔دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا علانیہ کوئی کاروائی نہ کی جائے گی۔

۲۔اس دوران قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا اسے آپ واپس کردیں گے اور آپ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس چلا جائے گا وہ واپس نہ کریں گے۔

۳۔قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے اسے اس کا اختیار ہوگا۔

۴۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرے کے لئے تین دن مکہ میں ٹھہر سکیں گے بشرطیکہ پرتلوں میں صرف ایک ایک تلوار لے کر آئیں اور کوئی سامان حرب ساتھ نہ لائیں۔ان تین دنوں میں اہل مکہ ان کے لئے شہر خالی کردیں گے (تاکہ تصادم کی نوبت نہ آئے) مگر واپس جاتے ہوئے وہ یہاں کے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔(۲۴)

جس وقت اس معاہدے کی شرائط طے ہورہی تھیں مسلمانون کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا کوئی شخص بھی ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنہیں نگاہ میں رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرائط قبول فرمارہے تھے۔کسی کی نظر اتنی دور رس نہیں تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیر عظیم رونما ہونے والے تھی اسے دیکھ سکے۔ کفار قریش اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے اور مسلمان اس پر بے تاب تھے کہ ہم آخر دب کر یہ شرائط کیوں قبول کریں حضرت عمرؓ جیسے بالغ نظر مدبر کا حال یہ تھا کہ وہ کہتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی تھی مگر اس موقع پر میں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا اور وہ بے چین ہوکر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا! ''کیا حضور ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں اختیار کریں''؟انہوں نے جواب دیا:

''اے عمرؓ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا؟'' پھر انہوں نے یہی سوالات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کررہا اس

لئے اللہ مجھے کبھی بھی ضائع اور برباد نہیں کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کہا کرتے تھے کہ میں نے اس دن جو حرکت کی اس کی معافی کے لئے میں آج تک روزے بھی رکھتا ہوں، صدقہ بھی دیتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں غلامون کو بھی آزاد کرتا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے! (۲۵)

سب سے زیادہ مسلمان معاہدے کی دو باتوں کی وجہ سے مضطرب تھے ایک شرط نمبر دو جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ یہ نا مساوی شرط ہے کہ اگر مکہ سے بھاگ آنے والوں کو ہم واپس کریں تو مدینہ سے بھاگ کر جانے والوں کو وہ کیوں نہ واپس کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ جو ہمارے ہاں سے بھاگ کر ان کے پاس چلا جائے وہ آخر ہمارے کس کام کا ہے؟ اللہ اسے ہم سے دور ہی رکھے اور جو ان کے ہاں سے بھاگ کر ہمارے پاس آ جائے اگر ہم واپس کر دیں گے تو اللہ اس کے لئے خلاصی کی کوئی اور صورت پیدا فرما دے گا۔

دوسری بات جو کھٹک پیدا کر رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے ماننے کے معنیٰ یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے گویا ہم ناکام واپس جا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ہم مکہ کا طواف کر رہے ہیں مگر یہاں تو ہم طواف کے بغیر واپس جانے کی شرط مان چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سمجھایا کہ خواب میں اسی سال طواف کرنے کی صراحت تو نہ تھی شرائط صلح کے مطابق اس سال نہیں تو اگلے سال انشاء اللہ طواف ہو گا۔

معاہدہ کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ، کو بلایا اور فرمایا کہ لکھو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اس پر سہیل بول پڑا ہمیں اس کی خبر نہیں البتہ لکھو بسمک اللّٰھم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا بسمک اللّٰھم ہی لکھ دو۔ اس کے بعد فرمایا ''یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہؐ اور سہیل ابن عمر کے درمیان مصالحت ہوئی'' اس پر سہیل نے کہا کہ اگر میں یہ شہادت دیتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کے ساتھ لڑتا کیوں؟ آپ اپنا نام اور اپنے والد کا نام لکھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں فی الواقع اللہ کا رسول ہی ہوں مگر تحریر میں ''محمد بن عبد اللہ'' لکھو۔ حضرت علیؓ ''رسول اللہ'' کا جملہ لکھ چکے تھے اسے مٹانے پر آمادہ نہ ہوئے آپ نے اپنے دست مبارک سے اسے مٹا دیا اور ''محمد بن عبد اللہ'' لکھا گیا۔ اس کے بعد معاہدہ کی تمام شرائط لکھی گئیں۔ (۲۶)

بنوخزاعہ نے اعلان کر دیا کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور بنو بکر اٹھے اور

انہوں نے کہا کہ ہم قریش کے عہد میں ہیں۔

عین اس وقت جب صلح کا معاہدہ زیرِ تحریر تھا سہیل بن عمرو کے اپنے صاحبزادے ابوجندل جو مسلمان ہو چکے تھے اور کفار مکہ نے ان کو قید کر رکھا تھا۔ کسی نہ کسی طرح بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر تشدد کے نشانات تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی کہ مجھے اس حبس بے جا سے نجات دلائی جائے صحابہ کرامؓ کے لئے یہ حالت دیکھ کر ضبط کرنا مشکل ہوگیا مگر سہیل بن عمرو نے کہا صلح نامے کی تحریر چاہے مکمل نہ ہوئی ہو شرائط تو ہمارے درمیان طے ہو چکی ہیں۔ اس لئے لڑکے کو میرے حوالے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حجت تسلیم فرمالی اور ابوجندل ظالموں کے حوالے کر دیئے گئے۔

جب مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ عمرہ کے بغیر واپس چلے جائیں گے ادھر ابو جندلؓ کی حالت دیکھی تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ابو جندل صبر کرو اور برداشت کرو، ان شاء اللہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ جو دوسرے ضعیف مسلمان ہیں ان کے لئے اللہ کوئی نہ کوئی راہ نکالے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آپس میں صلح کر لی ہے ہم نے بھی منظوری دے دی ہے اور انہوں نے بھی دے دی ہے اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ اس کی خلاف ورزی کریں''

حضرت عمرؓ اٹھے اور ابوجندل کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا ''ابوجندل صبر کرو یہ مشرک ہیں اور مشرکین کا خون کتے کے خون کے برابر ہے'' حضرت عمرؓ اپنی تلوار کا دستہ اس کے قریب کر رہے تھے بعض کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ ابوجندل یہ تلوار مجھ سے چھین لیں اور اپنے باپ کا کام ختم کر دیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کا احترام کیا۔ (۲۷)

جب معاہدے کی دستاویز تیار ہو چکی تو مشرکین اور مومنین میں سے کئی لوگوں نے گواہ کے طور پر دستخط کئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نے مسلمانوں کی طرف سے اور عبداللہ بن سہیل ابن عمرو، سعد بن ابو وقاص، محمود ابن مسلمہ اور کرز ابن حفص نے مشرکین کی طرف سے دستخط کئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

رنج وغم کا غلبہ:

صلح سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا یہیں قربانی کر کے

سرمنڈ واؤ اور احرام ختم کر دو۔مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حکم دیا مگر صحابہؓ پر اس وقت رنج وغم اور دل شکستگی کا ایسا شدید غلبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دورِ رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کبھی یہ صورت پیش نہیں آئی کہ آپ صحابہؓ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑ نہ پڑیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اپنے خیمہ میں جا کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا۔انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر اپنا اونٹ ذبح فرمائیں اور حجام کو بلا کر سر منڈ والیں۔اس کے بعد لوگ خود بخود آپ کے عمل کی پیروی کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ بدلنے والا نہیں ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔آپ ﷺ کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں۔سر منڈ والئے یا بال ترشوا لئے اور احرام سے نکل آئے (۲۸) مگر دل ان کے غم سے کٹے جا رہے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں مکہ سے تقریباً ۲۵ میل دور ضجنان کے مقام پر اور بعض مفسرین کے مطابق کراع الغمیم کے مقام پر سورۂ فتح نازل ہوئی۔جس میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ یہ صلح جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں وہ دراصل فتح عظیم ہے۔پھر آپ نے صحابہ کرامؓ کو جمع فرما کر یہ سورۃ تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمرؓ کو بلا کر انہیں سنائی، کیونکہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے۔صحابۂ کرامؓ اس سورۃ کو سن کر مطمئن ہو گئے۔پھر جلد ہی اس صلح کے فوائد سامنے آنے لگے۔یہاں تک کہ اس صلح کے عظیم الشان فتح ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہا۔(۲۹)

سورہ فتح کا آغاز ہی اس آیت سے ہوا تھا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناًO لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماًO وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْراً عَزِیْزاًO (۳۰)

اے نبی (ﷺ)! ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تا کہ تمہاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمادے، اور تم پر اپنی نعمت تکمیل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو زبردست (بے مثال) نصرت بخشے۔

صلح حدیبیہ فتح مبین:

اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ مسلمانوں کی دنیاوی فتح وکامرانی کا تمام تر انحصار ان کے مخلصانہ جذبۂ اطاعت وانقیاد اورتوبہ واستغفار کے انفرادی واجتماعی عمل پر ہے۔ان دونوں امور کا اللہ تعالیٰ کی نصرت اوراس کی فتح کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کسی جماعت یا گروہ کواس وقت تک اپنی تائیدادر مدد عطانہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے انفرادی اوراجتماعی کردار کوفسق ونفاق کی آلودگی اوراپنے ایمان کوخفی یا جلی شرک کی ملاوٹ سے پاک کر کےاپنے دین یا اپنی بندگی واطاعت کو صرف اورصرف اللہ کے لئے خالص نہ کرلیں اور یہ توبہ واستغفار کے بغیر ممکن نہیں۔

جنگ احد،غزوۂ احزاب ،واقعۂ افک اورحدیبیہ کے صلح نامہ کے ذریعے اہل ایمان کے جذبۂ انقیاد واطاعت اوران کے توبہ واستغفار کے عمل کا امتحان بھی لیا گیا اوران دونوں اوصاف کے استحکام و استمرار کے لئے ان کے تزکیہ وتربیت کا اہتمام بھی کیا۔ جب صحابہ کرامؓ کی جماعت اس امتحان میں کامیاب ہوگئی اورتزکیہ وتربیت کے ذریعے اخلاق وکردار کا وہ معیار حاصل کرلیا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کو مطلوب تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے اس صلح نامہ کو جو بادی النظر میں مسلمانوں کے مفاد میں نہ تھا اور جس کی بدولت وہ الٹا مغموم اورمضطرب تھے، فتح مبین قرار دیا،انہیں اپنی مغفرت کی نوید سنائی،ان پر اپنی نعمت مکمل کرنے کا وعدہ فرمایا،حدیبیہ کے صلح نامہ کو صراط مستقیم قرار دیکراس کے مبنی برحکمت ہونے کی تائید فرمائی اور حدیبیہ کی اس ساری کاروائی کو اپنی نصرت سے تعبیر فرمایا۔ یہ نصرت اپنی نوعیت کے پہلو سے بالکل بے مثال اور نادرالوقوع تھی جس کی حقیقت کا ادراک صحابہ کرام جیسی جلیل القدر جماعت کے بس سے بھی باہر تھا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ اورام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے سوا کسی بھی صحابیؓ کو صلح نامہ کی شرائط پر انشراح صدر حاصل نہ تھا۔

سورہ الفتح کے نزول کے بعد اہل ایمان مطمئن ہوگئے تھے تاہم کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس صلح کے فوائد ایک ایک کر کے کھلتے چلے گئے یہاں تک کہ کسی کو بھی اس امر میں شک نہ رہا کہ فی الواقع یہ صلح عظیم الشان فتح تھی۔

حدیبیہ کی صلح کے فوائد اور برکات:

اس صلح کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو فوائد اور برکات حاصل ہوئے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ اس صلح کے نتیجے میں صرف قریش ہی کی حد تک نہیں بلکہ ان کے تمام حلیف قبائل نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے وجود کو تسلیم کرلیا۔ اور اسلامی ریاست کے مقبوضات پر اسلامی ریاست کے اقتدار کو تسلیم کرلیا گیا اس سے اسلامی ریاست کی حدود میں قیام امن کی راہیں کھل گئیں۔

۲۔ مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کی زیارت کا دروازہ کھل گیا۔ توحیدی دین کو بطور حقیقت عرب میں تسلیم کرلیا گیا۔ اس دین کو سمجھنے اور اس کی دعوت کی راہ میں جو سب سے بڑی رکاوت حائل تھی وہ دور ہوگئی۔

۳۔ جنگ بندی کے معاہدہ کے باعث مسلمانوں کو امن میسّر آگیا۔ انہوں نے عرب کے تمام اطراف ونواح میں پھیل کر اس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی کہ صلح حدیبیہ سے پہلے ۱۳ سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے جتنے اس کے بعد دو سال کے اندر ہوگئے۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ یا تو وہ وقت تھا جب حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ۱۴ سو آدمی تھے یا دو ہی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار کا لشکر آپ کے ہمرکاب تھا۔

۴۔ قریش کی طرف سے جنگ بند ہوجانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کرائیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب وتمدّن دیں۔ اسلام کے نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ، اس کے نظام کفالت عامّہ اور قانون اور انصاف کی بالادستی قائم کرکے اسلام کے نظام حیات کا عملی نمونہ پیش کریں تاکہ عوام الناس اس کی برکات سے مستفیض ہوسکیں۔

۵۔ قریش سے صلح کے بعد مسلمانوں نے شمال اور وسطی عرب کی تمام مخالف قوتوں کو بآسانی مسخر کرلیا صلح حدیبیہ کے تین ہی ماہ گزرے تھے کہ اسلام کے مخالف دوسرے بڑے گڑھ یعنی خیبر، وادی القریٰ، تیما اور تبوک جیسے یہودیوں کے مراکز زیرنگیں ہوتے چلے گئے اور پھر وسط عرب کے تمام قبیلے جو یہود اور قریش کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھتے تھے ایک ایک کرکے تابع فرمان ہوگئے اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو

ہی سال کے اندر عرب میں قوّت کا توازن اتنا بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دب کر رہ گئی اور اسلام کا غلبہ یقینی ہو گیا۔

۶۔ اس صلح کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو بات سب سے زیادہ ناگوار محسوس ہوئی تھی اور جسے قریش نے اپنی بڑی کامیابی قرار دیا تھا وہ یہ تھی کہ مکّہ سے بھاگ کر مدینہ جانے والوں کو واپس کر دیا جائے گا اور مدینہ سے بھاگ کر مکہ جانے والوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ مگر تھوڑی مدت گزری تھی کہ یہ معاملہ قریش پر الٹا پڑا اور تجربہ نے بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دورس نے اس کے نتائج کو دیکھ کر یہ شرط قبول کی تھی۔ صلح کے کچھ دنوں بعد مکہ سے ایک مسلمان ابو بصیرؓ قریش کی قید سے بھاگ کر مدینہ پہنچے۔ قریش نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کے مطابق انہیں ان لوگوں کے حوالہ کر دیا جو ان کی گرفتاری کے لئے مکّہ سے بھیجے گئے تھے مگر مکّہ جاتے ہوئے راستہ میں وہ پھر ان کی گرفت سے بچ نکلے اور ساحل بحر احمر کے اس راستے پر جا بیٹھے جس سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اس کے بعد جس مسلمان کو بھی قریش کی قید سے بھاگ نکلنے کا موقع ملتا وہ مدینہ جانے کے بجائے ابو بصیرؓ کے ٹھکانے پر پہنچ جاتا، یہاں تک کہ ۷۰ آدمی وہاں جمع ہو گئے اور انہوں نے قریش کے قافلوں پر چھاپے مار مار کر ان کا ناطقہ تنگ کر دیا۔ آخر کار قریش نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں اور حدیبیہ کے معاہدے کی وہ شرط خود بہ خود ساقط ہو گئی۔ (۳۱)

۷۔ حدیبیہ کے ان واقعات مین سب سے اہم اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی وہ قابل صد فخر سند ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہؓ کو عطاء فرمائی تھی۔ فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (۳۲)

اللہ مومنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لئے ان پر سکونت فرمائی۔ ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سا مال غنیمت انہیں عطا کر دیا جسے وہ عنقریب حاصل کریں گے اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ فوری طور پر فتح تم کو عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دیئے تاکہ یہ مومنوں کے لئے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمہیں ہدایت بخشے۔ اس کے علاوہ دوسری اور نعمتوں کا بھی وہ تم سے وعدہ کرتا ہے جن پر تم ابھی تک قادر نہیں ہوئے اور اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ خوشخبری بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہؓ کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رضا اور خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل ہو جانے کے بعد جو لوگ اس بیعت میں شامل صحابہؓ کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہیں، انہیں خود اللہ تعالیٰ سے معارضہ کرنا چاہئے کہ اس نے انہیں اپنی خوشنودی اور رضا کی سند کیوں عطا کی تھی؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حدیبیہ کی فتح سے بڑھ کر کوئی فتح نہیں ہوئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے درمیان جو راز تھا اس تک لوگوں کا ذہن نہ جا سکا۔ بندے عجلت پسند واقع ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بندوں کی عجلت پسندی کی وجہ سے عجلت نہیں فرماتا جب تک کہ معاملات اس کی منشا کے مطابق اپنے وقت معیّن پر تکمیل کو نہ پہنچ جائیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ انسان العیون (سیرت حلبی) علی بن برہان الدین الحلبی، دارالحیاء التراث العربی، بیروت/ ج ۲، ص ۶۸۸

۲۔ سبل الہدیٰ والرشاد، (سیرت شامی) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء/ ج ۵، ص ۳۳

۳۔ عیون الاثر/ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس/ مکتبہ دار التراث، ۱۹۹۲ء مدینہ منورہ/ ج ۲، ص ۱۶۰

☆ حلبی/ ج ۲، ص ۶۸۹

۴۔ شامی/ ج ۵، ص ۳۴

۵۔ ایضاً

۶۔ چودہ سو کی روایت بخاری کی ہے جو براء بن عازبؓ سے مروی ہے، جب کہ حضرت جابرؓ سے بھی یہی تعداد منقول ہے، البتہ پندرہ سو اور سولہ سو کے اقوال بھی ہیں۔ (الصحیح، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۹۵۳ء/ ج ۳، ص ۳۰)

☆ الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد بن منیع البصری الزہری، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۷ء/ ج ۲، ص ۲۹۷۔

۷۔ شامی/ ج ۵، ص ۳۶

۸۔ طبری/ التاریخ/ اردو ترجمہ/ نفیس اکیڈمی، کراچی/ ج ۱، ص ۳۲۶

۹۔ بیروت، السیرۃ، ابن ہشام، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۷۸ء/ ج ۳، ص ۲۵

۱۰۔ القرآن، بقرہ، ۵۸۔۵۹

۱۱۔ ابن ہشام/ ج ۳، ص ۲۵

۱۲۔ بخاری/ ج ۲، ص ۸۰

☆ ابن ہشام/ ایضاً

۱۳۔ بخاری/ ج ۲، ص ۸۰

☆ احمد/ المسند/ ج ۵، ص ۴۳۱

۱۴۔ ابن ہشام/ ج ۳، ص ۲۶

۱۵۔ بخاری/ ج ۲، ص ۸۱

۱۶۔ ابن ہشام/ ص ۲۶

۱۷۔ ایضاً/ ص ۲۶، ۲۷

۱۸۔ شامی/ ج ۵، ص ۴۸

۱۹۔ عیون الاثر/ ج ۲، ص ۱۶۵

۲۰۔ ابن ہشام/ ایضاً، ص ۲۷

۲۱۔ زاد المعاد، ابن قیم جوزیہ، مکتبہ المنار الاسلامیہ، کویت، ۱۹۸۷ء/ ج ۳، ص ۲۹۰

☆ شامی/ ج ۵، ص ۴۸

۲۲۔ مسند احمد/ ج ۱، ص ۹۶

☆ زاد المعاد/ ایضاً

۲۳۔ زرقانی علی مواہب اللدنیہ، ابوعبداللہ محمد بن عبد الباقی، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۹۳ء/ ج ۲، ص ۱۹۵

۲۴۔ ابن کثیر/ السیرۃ النبویہ/ ج ۳، ص ۳۲۲

۲۵۔ ابن ہشام/ ص ۲۸

۲۶۔ بخاری/ ج ۲، ص ۸۲

۲۷۔ ابن ہشام/ ص ۲۹

۲۸۔ بخاری/ ایضاً

۲۹۔ روح المعانی، ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۸۵/ ج ۲۶، ص ۸۳، ۸۴

۳۰۔ القرآن، الفتح: ۱۔۳

۳۱۔ ابن ہشام/ ص ۳۱

۳۲۔ القرآن، فتح: ۱۸، ۲۱

نصابی تقاضوں اور درسی خصوصیات کے ساتھ پارہ عم کی جامع تفسیر

احسن البیان فی تفسیر القرآن

سید فضل الرحمٰن

صفحات: ۳۸۴ قیمت: ۱۸۰/روپے

پارہ عم کی جامع تفسیر شائع ہوگئی ہے

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز